خطبات خواجہ شمس الدین عظیمی

ACD 19

Track - 1

67:52

''وسائل استعمال کرنے سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتے ہیں''

اعوذ باللہ ... بسم اللہ ...کم و بیش چالیس سال سے سلسلہ عالیہ عظیمیہ کے پلیٹ فارم سے ایک ہی بات بار بار اور مختلف زاویوں سے بیان کی جاتی ہے کہ انسان کا اللہ تعالیٰ سے تخلیقی رشتہ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے جب انسان کی تخلیق کا تذکرہ فرمایا تو اس کا مقصد یہ بیان کیا کہ میں نے انسان کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ تاکہ انسان بحیثیت مخلوق کے میرے قریب آجائے۔ مجھے جان لے پہچان لے اور اس سے میری دوستی ہوجائے۔ جہاں تک تخلیق کا تعلق ہے کائنات میں جتنی بھی اشیاء ہیں وہ سب اللہ کی مخلوق ہیں۔ اس میں زمین کے اوپر موجود مخلوقات ہوں یا سماوات کے اندر مخلوقات موجود ہوں وہ سب تخلیق ہیں اور ان کا بھی اللہ سے خالق اور مخلوق کے وسیلے سے اللہ سے ایک تعلق قائم ہے۔ لیکن جب پہچان کا اللہ سے قربت کا ، اللہ سے دوستی کا تذکرہ ہوتا ہے تو وہاں انسان زیر بحث آتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے پوری کائنات میں واحد مخلوق انسان کو وہ صلاحیتیں عطا کی ہیں کہ جن صلاحیتوں کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ کو پہچاننا اللہ تعالیٰ سے قریب ہونا اور اللہ تعالیٰ سے دوستی کرنا ممکن ہے۔ جہاں تک رزق کی فراہمی کا تعلق ہے وسائل کی تقسیم کا تعلق ہے ، موت و حیات اور پیدائش کا تعلق ہے۔ کائنات میں ہر مخلوق ایک دوسرے کے ساتھ بندھی ہوئی ہے۔ جس طرح انسان کو بھوک پیاس لگتی ہے۔ اسی طرح زمین پر موجود چرندوں، پرندوں، چوپایوں ، درندوں، حشرات الارض ، اشجار ، درخت ، معدنیات ، جمادات، نباتات سب کو بھوک لگتی ہے،سب کو پیاس لگتی ہے ، سب پیدا ہوتے ہیں۔ سب جوان ہوتے ہیں۔ سب بوڑھے ہوتے ہیں۔ سب مرجاتے ہیں۔ ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ انسان کی خصوصیت پیدائش کی اس لئے ہے کہ انسان بلی کے بچے سے مختلف طریقے پر پیدا ہوتا ہے۔ بلی کے بھی ماں باپ ہوتے ہیں۔ بلی کے بچے کے والدین بھی اس کی پرورش کرتے ہیں۔ اس کی تربیت کرتے ہیں۔ اس کو شکار کرنا سکھاتے ہیں۔ یعنی تعلیم اور تربیت ہر جگہ آپ کو نظر آئے گی۔ شادیاں بھی ہوتی ہیں۔ شادی کے نتیجے میں ان کی نسل بھی چلتی ہے۔ جس طرح انسان اپنے بچوں کی بچپن میں حفاظت کرتا ہے، جانور بھی اپنے بچوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ جس طرح گرمی سردی کا احساس انسان کے علاوہ دوسری مخلوق کو ہوتا ہے انسان کو بھی ہوتا ہے۔ جس طرح دوسری مخلوق بیمار ہوکر صحت مند ہوتی ہے اس طرح انسان بھی بیمار ہوکر صحت مند ہوتا ہے۔ جہاں تک

خوشی کا تعلق ہے جانور بھی خوش ہوتے ہیں۔ انسان بھی خوش ہوتا ہے۔
جانور بھی غمگین ہوتے ہیں انسان بھی غمگین ہوتا ہے۔ موت و حیات کا مرحلہ
آتا ہے تو پیدائش سے انسان بھی خوش ہوتا ہے اپنے بچوں کی پیدائش سے ۔
خدانخواستہ موت واقع ہوجائے باپ مرجائے، ماں مرجائے، بیٹا مرجائے، بیٹی
مرجائے اس سے غمگین جس طرح انسان ہوتا ہے اسی طرح کسی جانور کا بچہ
فوت ہوجائے وہ بھی غمگین ہوتے ہیں۔ جتنا بھی آپ گہرائی میں جاکر فکر
کریں گے آپ کو کہیں بھی انسان اور حیوان میں کوئی امتیاز نہیں ملے گا۔ ہر
چیز یکساں طریقے پر چل رہی ہے۔ دھوپ کی تپش سے بچنے کے لئے اگر انسان
کو چھت کی ضرورت ہے تو جانوروں کو بھی چھت کی ضرورت ہے۔ وہ دھوپ
کی تپش درخت کے نیچے بیٹھ کے دور کرلیتے ہیں یعنی ان کے لئے درخت چھت بن
جاتا ہے۔ اگر انہیں سردی کے احساس کو ختم کرنے کے لئے انسان آگ کا استعمال
کرتا ہے یا کپڑوں کا استعمال کرتا ہے تو جانور بھی اس بات سے واقف ہیں کہ
اگر ہوا سے بچ جائیںگے تو سردی نہیں لگے گی اور وہ اپنی سردی کی حفاظت
کرتے ہیں۔ پھر یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جانوروں کی حفاظت کے لئے بال ان
کے جسم پر پیدا کردئے ہیں۔ جیسے بھیڑ ہے، شیپ ہے، بکری ہے، پرندوں میں
اللہ تعالیٰ نے پر لگادئے وہ پروں سے سردی روک لیتے ہیں۔ آپ نے دیکھا ہوگا
جب زیادہ سردی ہوتی ہے تو پرندے اپنی چونچ پروں میں ڈال کر بیٹھ جاتے ہیں۔
انہیں سردی کا احساس ہی نہیں ہوتا جس طرح آدمی کمبل اوڑھ کے سوجاتا
ہے۔ کھوج لگائیں۔ کوشش کریں۔ کتنی ہی کوشش کرلیں آپ کی عمر اگر سو
سال بھی ہوجائے تو آپ انسان کی کوئی خصوصیت بیان نہیں کرسکتے۔ آپ کہیں
جی انسان ایسی مخلوق ہے جس میں عقل زیادہ ہے۔ کوئی آدمی آپ سے سوال
کرے کہ شہد کی مکھی کی طرح گھر تو بنا کر دکھا دو۔ کوئی آدمی کہے۔ دے جی
انسان پر وحی نازل ہوتی ہے اس لئے ممتاز ہے تو اللہ تعالیٰ تو خود فرماتا ہے
کہ میں شہد کی مکھی پر وحی نازل کرتا ہوں۔ تو جب وحی شہد کی مکھی پر
نازل ہوتی ہے تو انسان پر بھی وحی نازل ہوگئی تو کیا ہوا اس میں ممتاز تو
نہیں ہوا ۔ انسان کہتا ہے صاحب میں نے جہاز بنا لیا میں تو ہوا میں اڑتا ہوں۔
انسان پیٹرول کا محتاج ہے۔ جہاز کا محتاج ہے، ڈرائیور کا محتاج ہے، آکسیجن کا
محتاج ہے، ائرکنڈیشن کا محتاج ہے، پرندے تو ویسے ہی اڑجاتے ہیں۔ جہاں چاہے۔
اڑ جائیں، جہاں چاہے۔ اتر جائیں، جہاں چاہیں بیٹھ جائیں ۔ آپ کے لئے جو جہاز
جب بنائیں گے تو اس کے لئے ضرورت یہ ہے اترنے کی بھی اس کی جگہ ہونی
چاہئے ، رن وے بھی ہونا چاہئے ۔ عقل و شعور کا جب تذکرہ آتا ہے ، عقل و
شعور میں جانور ایسی ایسی عقل رکھتے ہیں کہ انسان کا تو کہیں بس ہی
نہیں چلتا جتنی عقل رکھتا ہے۔ شہد کی مکھی کی تو عقل کا اللہ تعالیٰ نے خود
تذکرہ فرمایا ہے ۔ ایک نظام ہے ۔ مکھیاں جاتی ہیں، رس چوستی ہیں، چھتے
میں جاکر اسے جمع کرتی ہیں تو وہ جب مکھی عرق چوس کر اپنے شہد کے
چھتے میں جاتی ہے تو وہاں باقاعدہ سیکورٹی کا نظام ہے۔ گارڈ ہیں وہاں کھڑے

ہوئے وہ مکھی کو دیکھتے ہیں اسے سونگھتے ہیں ۔ اگر مکھی غلط قسم کا
رس لے آتی ہے تو وہ گارڈ اسی وقت اسے ہلاک کردیتے ہیں۔ قید نہیں کرتے۔
اس نے بددیانتی کی شہد خراب لے کر آگئی۔ اب اس کو آپ عقل نہیں کہیں گے
تو اس کو آپ کیا کہیں گے؟ اسی صورت سے نظر کا جب تذکرہ آتا ہے تو آپ
کہتے ہیں کہ جی انسان کو اللہ تعالیٰ نے آنکھیں دی ہیں، وہ آسمانوں کو دیکھ
لیتا ہے دور بین لگاکے، رصد گاہیں بنالیتا ہے۔ لاسلکی نظام اس نے قائم کردیا
ہے۔چاند سورج، ستاروں کی چالیں اس نے معلوم کرلی ہیں۔ بروج معلوم کرلئے
ہیں۔ جب نظر کا تذکرہ ہوتا ہے روشنیاں جو کسی بھی حال میں دیکھی ہی
نہیں جاسکتی آج تک کوئی آلہ ہی ایجاد نہیں ہوا سائنس میں اس کو ماوراء
بنفشی روشنیاں نظر آجاتی ہیں۔ الّو سب نے دیکھا ہے آپ رات کو اندھیر ے میں
ہاتھ پیر مارتے ہیں ، ٹٹول کے چلتے ہیں الّو کو رات کو ہی نظر آتا ہے ، چمگادڑ
کو رات ہی کو نظر آتا ہے۔ بلی کو رات ہی کو زیادہ نظر آتا ہے۔ تعمیرات میں
آپ چلے جائیں۔ اب جانوروں کے آپ گھر دیکھیں۔ اب یہ بیا ایک گھر بناتا ہے چڑیا
سے چھوٹا ہوتا ہے۔ اس کا گھونسلہ آپ نے بھی دیکھا ہوگا تورئی کی طرح ہوتا
ہے لٹکا ہوا اوپرے اور وہ شاخ میں اس طرح مضبوط گھونسلہ بناتا ہے کہ ہوا
آئے، طوفان آئے درخت جڑ سے ہل کے گر سکتا ہے۔ اس کا گھونسلہ نہیں گرتا۔
یہ میرا چشم دید واقعہ ہے میں نے دیکھا ہے۔ اس کو جب توڑ کے دیکھا جائے تو
لگتا ہے کہ تورئی ہوتی ہے نہ سوکھی ہوئی جیسے آپ جس سے برتن ورتن بھی
دھوتے ہیں ، جسم بھی اپنا صاف کرتے ہیں۔ اس طرح کا وہ گھونسلہ ہوتا ہے
اور اندر آپ اس کے جھانک کے دیکھیں اس میں بیڈ پڑے ہوئے ہیں۔ مادہ کا بیڈ
الگ ہے۔ نر کا بیڈ الگ ہے۔ اس میں بچوں کے لئے جھولے لگے ہوئے ہیں بچے تاکہ
اندر جھولیں۔ انتہا یہ کہ آپ کے پاس جو بجلی ہے اس کو تو ابھی ڈیڑھ سو سال
ہوا ہے۔ وہ جب سے دنیا بنی ہے اس روز سے بجلی سے واقف ہے۔ جیسے ہی
شام ہوتی ہے چار پانچ جگنو پکڑ کے اپنے گھونسلے میں ڈال دیتا ہے ساری رات
روشنی ہوتی ہے۔ اب اس کو آپ بے عقلی کہیں گے ، نادانی کہیں گے ، کم
فہمی کہیں گے ، کم نصیبی کہیں گے ، کیا کہیں گے؟ تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ
عقل میں بھی انسان اور حیوان دونوں مشترک ہیں۔ اب یہ بات آپ کہیں کہ
انسان جو ہے اس کو اللہ نے زیادہ عقل دی ہے۔ حیوان کو اللہ نے کم عقل دی
ہے۔ تو انسانوں میں بھی آپ کو ایسے لوگ ملیں گے جن میں بہت زیادہ ذہانت
ہوتی ہے بہت زیادہ بصیرت ہوتی ہے اور بہت ہی زیادہ کند ذہن ہوتے ہیں۔
انسان سارے ہی عقل مند تھوڑے ہی ہوتے ہیں۔ بے وقوف بھی ہوتے ہیں۔

Retarded

بچے بھی ہوتے ہیں۔ سیدھے سادے بھی ہوتے ہیں بیچارے۔ جو ان سے کہے دو ان
کا جواب نہ نہیں ہوتا ہاں ہی کہتے ہیں لوگ ان کو بے وقوف بناتے ہیں۔ یہ تو
آپ کہہ سکتے ہیں کہ عقل میں کمی بیشی ہے ، یہ بھی آپ کہہ سکتے ہیں کہ

انسان چالاک ہے، ہوشیار ہے، عقلمند ہے ، اللہ نے اس کو عقل دی ہے لیکن آپ یہ
نہیں کہہ سکتے کہ اللہ کی دوسری مخلوق میں عقل نہیں ہے۔ ایک کتاب بہت
عرصہ ہوا میں نے لکھی تھی قلندر شعور ۔ ابھی وہ کل پرسوں میرے ہاتھ لگ
گئی میں پڑھ کے بہت ہی خوش ہوا مجھے ہنسی آئی اس میں ایک واقعہ
ہاتھیوں کا لکھا ہوا ہے۔ ایک جگہ ہاتھی تھے افریقہ میں وہاں جاکے کیلے کھالیا
کرتے تھے بہتے اس نے بہت کوشش کی کہ میرا باغ ہاتھیوں کی زد سے بچ جائے
کسی طرح میرے کیلوں کی حفاظت ہوے تو اس نے کیا کیا کہ وہاں گیا ہاتھیوں
کے مالک کے پاس شکایت کی اور کہا کہ میرا تو بڑا نقصان ہوتا ہے ۔ آپ کے
ہاتھی میرے سارے کیلے کھاجاتے ہیں۔ میرا تو گزارا ہی اس پر کیلے کے باغ پر
ہے۔ تو یہ طے یہ ہوا کہ ہاتھیوں کا مالک اچھا آدمی تھا اس نے کہا ٹھیک ہے
بھئی اب میایسا کرتا ہوں کہ ہر ہاتھی کے گلے میں گھنٹی لٹکا دیتا ہوں جب یہ
جائیں گے کیلے کے باغ میں ٹن ٹن ٹن ٹن کریں گے تو آجانا اس کو بھگا دینا۔ کہنے
لگا ٹھیک ہے۔ بات گئی گزری ہوگئی۔ تھوڑے دن میں دیکھا وہاں ایک کیلا بھی
نہیں بچا ہوا ہے۔ ہاتھی سارے ہی آکے کھاگئے۔ بڑی پریشانی ہوئی کہ بھئی یہ
گھنٹیاں ان کے گلے میں تھیں آواز کیسے نہیں آئی کیا ہوا۔ جب جاکے معائنہ کیا تو
پتہ یہ چلا کہ سارے ہاتھیوں نے میٹنگ کی ، آپس میں صلاح مشورہ کیا اور جہاں
سے وہ پانی پیتے تھے وہاں پہنچے اور گیلی مٹی سب نے سونڈ میں لے کے اور اس
میں گھنٹی میں بھردی اور جب وہ مٹی سوکھ گئی تو وہ تو بجنے والی چیز تھی
وہ ہلی نہیں۔ اور وہ جاکے سارے کیلے کھاکے آگئے۔ اب اس کو تو آپ کو بدعقلی
نہیں کہہ سکتے۔ ظاہر ہے دیکھیں ہاتھیوں نے عقل استعمال کی۔ پھر ہر
مخلوق موت سے ڈرتی ہے۔ موت سے بچتی ہے۔ آگ سے واقف ہے۔ آپ بتائیے
کسی پرندے کسی درندے کو کسی چرندے کو کیا اس بات کا علم نہیں ہے کہ اگر
میں آگ کی بھٹی میں کود جاؤں گا تو مرجاؤں گا۔ جس طرح انسان کو پتہ ہے
اس طرح حیوانات کو پتہ ہے۔ آپ کہتے ہیں سونگھنے کی حس انسان میں،
انسان سونگھتا ہے اس کو پتہ چل جاتا ہے یہ خوشبو ہے ، یہ بدبو ہے، یہ سڑی
ہوئی چیز ہے، یہ اچھی چیز ہے۔ سونگھنے کی حس میں کتے آپ کے سامنے ہے۔
وہ کہتے ہیں یہ جو ہیروئین وغیرہ پکڑتے ہیں کتے ان کی اتنی حس ہوتی ہے کہ
وہ ہیروئین سونگھ لیتے ہیں انسان نہیں سونگھ سکتا۔ ایک ایک کتے کی قیمت
گیارہ گیارہ لاکھ روپے بتاتے ہیں۔ انسان کی جو قیمت ہے کچھ بھی نہیں ہے۔
اگر وہ مر جائے تو کہہ دیں کہ جی ایک لاکھ روپے دے دینا رشتے داروں کو۔ تو کتا
قیمتی ہوا یا انسان قیمتی ہوا؟ بیچنے جاؤ انسان کو کتنے میں مثلاً میں ہوں
میری آپ بولی لگائیں کتنے میں مجھے خریدیں گے ۔ پانچ ہزار اور دس ہزار روپے
لگائیں گے۔ کتا گیارہ لاکھ روپے کا ہے۔ گھوڑے آپ لے لیں ایسے ایسے گھوڑے اصیل
کہ انسان کے ایک گھوڑے کی قیمت میں میرا خیا ل ہے بیس پچیس انسان آجائیں
گے مزدوری کریںگے۔ بات یہ نہیں ہورہی یہ ثابت کرنا مقصود نہیں ہے کہ
انسان کمتر ہے۔ گفتگو یہ ہورہی ہے کہ انسان کو فکر کرنا چاہئے ، غور کرنا

چاہئے کہ انسان حیوانات میں جو اللہ تعالیٰ نے فرق رکھا ہے وہ کیا چیز ہے۔ اس
کی بنیاد کیا ہے۔ عقل سے انسان افضل ثابت نہیں ہوتا۔ وحی مکھی پہ بھی نازل
ہوتی ہے۔ اللہ کا کہنا ہے۔ یہ تو نہیں کہ عظیمی صاحب کہہ رہے ہیں کہ
بھئی مکھیوں پہ وحی نازل ہوتی ہیں۔ سورۃ نحل پڑھ لو۔ یعنی مکھی کی اتنی
فضیلت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس مکھی کے نام سے سورۃ کا نام رکھ دیا سورہ
نحل۔ نحل کہتے ہیں مکھی کو۔ چیونٹیوں پہ آپ آجائیے ان کا آپ نظام دیکھیں
کالونی سسٹم ہے۔ اس کا نام بھی اللہ نے سورۃ نمل رکھ دیا۔ سورۃ نمل کا کیا
مطلب ہوا سورۃ چیونٹی۔ بھئی اردو میں اگر آپ ترجمہ کریں سورۃ نمل کا تو
کیا ترجمہ کریں گے؟ سورۃ چیونٹی۔ سورۃ بقرہ سورۃ بقرکا ترجمہ آپ کریں گے
سورۃ گائے۔ تو سوچنا یہ ہے کہ آخر انسان جس کے لئے اللہ نے یہ ساری کائنات
بنائی مثلاً اللہ تعالیٰ یہ گائے کے لئے ، ہاتھی کے لئے ، حیوانات کے لئے ، فرشتوں
کے لئے یہ نہیں کہتے کہ ہم نے تمہارے لئے کائنات بنائی۔ زمین بنائی ، آسمان
بنایا۔ و سخر لکم مافی السمٰوت و ما فی الارض جمیعا منه ... اللہ تعالیٰ
انسانوں کو مخاطب کرکے کہتے ہیں کہ ہم نے یہ سماوات اور زمین اوراس کے
اندر جو بھی کچھ ہے ، جو کچھ ہے کا کیا مطلب ہوا کہ زمین میں جو کچھ بھی
پیدا ہورہا ہے ، جو کچھ ہے کا مطلب یہ ہوا ناں پانی بھی ہے، ہوا بھی ہے،
گیس بھی ہے، معدنیات بھی ہیں، حیوانات بھی ہیں، پتھر بھی ہے، مٹی بھی ہے،
جو کچھ ہے سب کا سب تمہارے لئے مسخر کردیا ہے۔ سماوات میں کیا ہے؟
سماوات میں فرشتے ہیں، سیارگان ہیں، چاند ہے، سورج ہے، ستارے ہیں، سات
آسمان ہیں، تو جب اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ سماوات میں اور زمین میں جو
کچھ ہے سب کا سب تمہارے لئے مسخر کردیا یعنی تمہارے تابع فرمان کردیا۔
اس کا مطلب ہے انسان کے لئے فرشتے بھی محکوم ہیں۔ انسان کا حکم فرشتوں
پر بھی چلتا ہے۔ انسان کا حکم درختوں پر بھی چلتا ہے۔ انسان کا حکم چاند پر
بھی چلتا ہے۔ ستاروں پر بھی چلتا ہے۔ سورج پر بھی چلتا ہے۔ اور یہ کوئی
ایسی بات نہیں ہے کہ آپ کہیں گے جی کوئی تاریخ میں کوئی مثال بتاؤ۔ سیدنا
حضور علیہ الصلوٰ ۃ والسلام کی زندگی کا مطالعہ کرلو سب کچھ پتہ چل جائے
گا۔ درختوں نے سجدہ کیا۔ پتھر نے ان کا کلمہ پڑھا ، کنکریوں نے۔ چاند ان کے
اشارے سے دو ٹکڑے ہوگیا۔ سورج واپس آگیاغروب ہوتے ہوتے۔ حضرت علی نے
وقت پہ نماز ادا کرلی۔ پہاڑ پہ کھڑے ہوئے تو پیر اٹھا کہ بسم اللہ کہہ کے رکھا
تو پہاڑ موم بن گیا۔ پڑھیں سیرت پڑھیں۔ اب آپ یہ کہیں کہ صاحب ہم حضور
جیسے تو نہیں ہوسکتے۔ تو اگر یہ مسخر ہمارے لئے تو کہاں حضور کہاں ہم ۔
بلا شبہ حضور جیسے تو نہیں ہوسکتے۔ لیکن حضور کے امتی ہونے کی حیثیت سے
کچھ نہ کچھ اوصاف ہمارے اندر منتقل ہوئے ہیں۔ یہ تو ہم نہیں کہہ سکتے کہ
حضور پاک ﷺ کے اوصاف ہمارے اندر منتقل نہیں ہوئے۔ اگر منتقل نہیں ہوئے تو
امتی کیسے ہیں بھئی؟اولیاء اللہ کا ایک سلسلہ ہے۔ آپ اس میں دیکھ لیں کہ
کیسی کیسی کرامات ان سے صادر ہوئیں۔ کوئی بھی ولی اللہ حضور پاک ﷺ تو

نہیں ہوسکتا۔ سیدھی سی بات ہے۔ لیکن رسول اللہ ﷺ کا قائم مقام تو ہوسکتا
ہے۔ تو یہ سب جب ہوگا جب ہم انسان ، حیوانات، زمین، آسمان کا فرق سامنے
رکھ کر اس بات کا تجزیہ کریں گے انسان کے اندر وہ کون سی شئے ہے جو
کائنات میں کسی دوسری مخلوق کے اندر نہیں ہے۔ نہیں سوچیں گے کچھ بھی
نہیں ہوگا۔ سوچیں گے تو سب کچھ ہوگا۔ یا بغیر سوچے ہوجائے گا کچھ؟ اب
اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق انسان اور حیوانات میں جو ممتاز کرنے والی شئے
ہے وہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق ایک مخصوص علم ہے۔ عقل نہیں ہے۔
احساسات و ادراکات نہیں ہے۔ گرمی سردی کا احساس یا گھر بنانے کا فن نہیں
ہے۔ بھوک رفع کرنے کا اور پیاس بجھانے کا جو طریقہ انسانوں نے اختیار کررکھا
ہے وہ نہیں ہے۔ ایک بکری ہے وہ جاکے تالاب میں منہ سے پانی پی لیتی ہے۔
آپ گلاس میں پانی ڈال کے پی لیں۔ تو اس میں کیا، کیا ممتاز ہونا ہوا بھئی؟
پیاس اس نے بھی بجھا لی پیاس آپ نے بھی بجھالی۔ وہ کون سی شئے ہے کہ جو
کائنات میں جتنی بھی مخلوقات ہیں جن کی کوئی تعداد نہیں ہے، ان میں سے وہ
چیز کسی کو حاصل نہیں ہے اور انسان کو وہ علم حاصل ہے۔ وہ کیا شئے ہے؟
وہ شئے علم کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم زمین پر
اپنا نائب اور خلیفہ بنانے والے ہیں فرشتوں سے کہا۔ اب آپ یہ بتائیں کہ یہ جو
تسخیر کائنات کا ذکر ہے اللہ تعالیٰ جو فرمارہے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے نائب کو
حاصل ہوگا یا ایک عام آدمی کو حاصل ہوگا۔ بھئی گورنر کی جگہ جب کوئی
گورنر بیٹھے گا تبھی تو اختیار استعمال کرے گا۔ اللہ تعالیٰ کے قائم مقام ، اللہ
تعالیٰ کے دئے ہوئے اختیارات ، اللہ تعالیٰ کے دئے ہوئے علوم سے جب کوئی آدمی
استفادہ کرے گا جبھی تو اللہ تعالیٰ کے اختیارات استعمال کرے گا۔ اللہ تعالیٰ
فرماتے ہیں میں زمین میں اپنا نائب اور خلیفہ بنانے والا ہوں۔ اور پھر آپ کو پتہ
ہی ہے اللہ تعالیٰ نے آدم کو علوم سکھائے۔ و علم الآدم اسماء کلھا۔ علوم
سکھائے۔ فرشتوں کو سامنے کرکے آدم سے کہا کہ ہم نے جو تمہیں علوم سکھائے
ہیں وہ تم فرشتوں کے سامنے بیان کرو۔ آدم نے وہ علوم بیان کردئے۔ جب آدم نے
علوم بیان کردئے تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے کہا کیوں کہ جو علم آدم نے
تمہارے سامنے بیان کیا ہے اور تم نے اس بات کا اعتراف کرلیا ہے کہ یہ علم
ہمیں حاصل نہیں ہے ۔ قالوا لعلملنا الا ماعلمتنا انک انت العلیم الحکیم۔ فرشتوں
نے کہا کہ یہ صاحب یہ جو علوم انہوں نے بیان کردیا ہے اللہ میاں ہم یہ نہیں
جانتے۔ ہمیں تو آپ نے جتنا سکھا دیا اتنا ہی ہم جانتے ہیں۔ چونکہ تم نے آدم کی
علمی فضیلت کا اقرار کرلیا ہے اس لئے اب تم آدم کی حاکمیت کو قبول کرو گے۔
فرشتوں نے آدم کی حاکمیت کو قبول کرلیا۔ اس بات سے یہ نتیجہ مرتب ہوا کہ
انسان کائنا ت میں عقل کی بنیاد پر ممتاز نہیں ہے۔ انسان کائنات میں بھوک
پیاس کا تقاضہ رفع کرنے کے جو اس نے طریقے اختیار کئے ہیں اس بنیاد پر وہ
کائنا ت میں ممتاز نہیں ہے۔ انسان اس لئے ممتاز ہے کہ انسان کے پاس اللہ
تعالیٰ کے وہ علوم ہیں جن علوم کی بنیاد پر کائنات کا سسٹم قائم ہے۔ انی

جاعل فی الارض خلیفة ... میں اپنا نائب بنانے والا ہوں۔ اپنے اختیارات استعمال کرنے کے لئے میں نے اپنا قائم مقام بنادیا آدم کو کہ میں خالق ہوں۔ بحیثیت خالق کے میں نے تخلیق کے اختیارات آدم کو تفویض کردئے تاکہ تم میرے نائب کی حیثیت سے کائنات کو چلاؤ۔ کائنات کے سسٹم کو قائم رکھو۔ کیا مطلب ہوا؟ تخلیقی اور انتظامی

Administration

آدم کو سکھانے کا کیا مطلب ہوا؟کیا مطلب ہوا بھئی؟کہ اللہ تعالیٰ کے دئے ہوئے اختیارات سے آدم اس کائنات کا نظام چلائے۔ تو انسان کی خصوصیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو وہ علوم سکھا دئے ہیں جن علوم کی بنیاد پر یہ اللہ تعالیٰ کا نائب اور خلیفہ مقرر ہوگیا۔ اگر یہ علوم نہیں آتے پھرحیوان اور انسان میں کیافرق ہے؟ذرا دماغ پہ زور ڈالیں سونا نہیں ہے۔ اگر کسی آدم کے بیٹے کو اللہ کے وہ علوم نہیں آتے جو اللہ نے کائنات میں کسی کو بھی نہیں سکھائے تو اس کی حیثیت کائنات میں افضل ہے یا تمام مخلوق کے برابر ہے۔ بھئی زور سے بولو یار ذرا ۔ ہیں؟ کیا برابر ہے؟ بھئی اللہ تعالیٰ نے بلی کو علم نہیںسکھایا۔ اللہ تعالیٰ نے شیر کو علم نہیں سکھایا۔ اللہ تعالیٰ نے کبوترکو علم نہیں سکھایا۔اللہ تعالیٰ نے کسی کو بھی نہیں سکھایا۔ فرشتے کو بھی نہیں سکھایا۔ انسان کو سکھایا۔ اب بھوک بلی کو بھی لگ رہی ہے۔ بھوک انسان کو بھی لگ رہی ہے۔ پیاس کبوتر کو بھی لگ رہی ہے۔ پیاس انسان کو بھی لگ رہی ہے۔ بچے پیدا کرنے کی خواہش انسان میں بھی ہے۔ بچے پیدا کرنے کی خواہش کیا گدھے میں نہیں ہے؟ کتے میں نہیں ہے؟ مرغی میں نہیں ہے؟ مرغی کیا اپنے بچوں کی پرورش نہیں کرتی؟ انسان کا تو ایک ہی بچہ ہوتا ہے۔ مرغی کے تو بیس بیس بچے ہوتے ہیں۔ وہ بیس بیس کو سنبھالتی ہے۔ اور میں نے دیکھا ہے آپ نے بھی دیکھا ہوگا بچپن میں کہ وہ مرغی جارہی ہے اس کے پیچھے بیس بچے جارہے ہیں۔ بڑے خوبصورت ہوتے ہیں روئی کے گالوں کی طرح۔ اب اس کو خطرہ ہوا کہ اوپر آسمان میں چیل ہے۔ بچے اٹھا کے لے جائے گی۔ یقینا آپ نے بہت سارے لوگوں نے دیکھا ہوگا۔ اب وہ ایک مخصوص آواز نکالتی ہے۔ جیسے ہی وہ مخصوص آواز نکالتی ہے بچے اس کے پاس بھاگے ہوئے آتے ہیں پر کھول دیتی ہے۔ اور جب بچے اندر آجاتے ہیں تو وہ پروں میں چھپالیتی ہے۔ اس میں شریر بچے بھی ہوتے ہیں۔ جب وہ شریر بچے پروں میں سے باہر نکلتا ہے تو وہ چونچ مار کے پھر اندر کرتی ہے۔ آپ لوگوں نے دیکھا کسی نے نہیں؟ کتنے لوگوں نے دیکھا؟ تو یہ کیا بچوں کی حفاظت نہیں ہوئی بھئی انسان کا تو ایک ہی ہوتا ہے۔ اس کے تو بیس ہوتے ہیں۔ اب انسان یہ بھی نہیں کہہ سکتا صاحب میری فضیلت تو یہ ہے کہ میں اپنے بچوں کی تربیت کرتا ہوں۔ میں اپنے بچوں کو علم سکھاتا ہوں۔ اب آپ نے اپنے بچوں کو وہ علم سکھایا جس سے بچے میں انسانیت ہی پیدا نہ ہوئی ۔ شیر کیا اپنے بچوں کو درندگی نہیں سکھاتا؟ بلی کیا اپنے بچوں کو

شکار کرنا نہیں سکھاتی؟ چیل اپنے بچوں کو شکار کرنا نہیں سکھاتی؟ تو اگر
کسی انسان نے اپنے بچے کو چوری کرنا سکھادیا ۔ اوراگر کسی آدمی نے اپنے
بچوں کو اللہ اور اللہ کے رسول کے مطابق تربیت کردی اب وہ خزانہ اس کا الگ
ہوگیا۔ ہمارے ہاں صورتحال کیا ہے ۔ ابا جھوٹ بولتے ہیں۔ بیٹے سے کہتے ہیں
بھئی جھوٹ نہیں بولے ابا سنیما دیکھتے ہیں بیٹا سنیما جارہا تھا ابا نے جوتے مار
مار کے اس کی مرمت کردی، سنیما کیوں دیکھنے گیا تھا۔ابا سگریٹ پیتے ہیں،
بچے نے سگریٹ پی لیا تو جناب وہ خونی آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ تو نے
سگریٹ کیوں پیے؟ حیوانات یہ نہیں کرتے۔ بلی اگر شکار کرتی ہے تو اپنے بچوں
شکار کرنا ہی سکھاتی ہے۔ شیر درندگی کرتا ہے تو اپنے بچوں کو درندہ ہی بناتا
ہے۔ بکری اگر گھاس کھاتی ہے تو ، پتے کھاتی ہے تو اپنے بچوں کو گھاس اور
پتوں کے علاوہ کبھی نہیں کہتی کہ تجھے گوشت بھی کھانا ہے۔ شیر اگر گوشت
کھاتا ہے تو اپنے بچوں کو کبھی نہیں کہتا کہ تجھے گھاس کھانا ہے۔ اس میں بھی
انسان کے جو نمبر ہیں وہ کم ہوگئے۔ یا زیادہ ہوگئے؟ انسان کی فضیلت اس کے
علاوہ کچھ نہیں ہے کہ انسان ان علوم سے واقف ہو جو علوم اس کے باپ آدم
کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت خاص سے سکھادئیے ہیں۔ اور وہ علوم جو ہیں اللہ
تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے آدم کو ......۔ اسم صفت اسماء صفات ۔ میں نے آدم
کو اپنی صفات کے علوم سکھادئیے۔ اللہ تعالیٰ کی صفات کیا ہیں؟ جی؟ اللہ
تعالیٰ کی صفات کیا ہیں؟ نہیں دماغ پہ زور ڈالو۔ اللہ تعالیٰ کی صفات کیا ہیں؟
اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں تخلیق۔ بھئی اللہ تعالیٰ خالق ہے۔ تو خالق کی صفت
کیا ہوئی؟ تخلیق ہوئی یعنی تخلیق کرنا بنانا۔ پیدا کرنا۔ پیدائش کے بعد جوان
کرنا۔ بوڑھا کرنا۔ وسائل فراہم کرنا۔ زمین بنانا۔ آسمان بنانا۔چاند بنانا۔ سورج
بنانا۔ ستارے بنانا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی صفات ہوئیں۔ تو جب اللہ تعالیٰ نے آدم کو
اپنی صفات کا علم سکھایا تو کیا چیز سکھائی؟ تخلیقی علوم سکھائے۔ اللہ تعالیٰ
اپنی تعریف میں فرماتے ہیں کہ میں احسن الخالقین ہوں۔ ہے نہ لقد خلقنا
الانسان فی احسن تقویم۔ احسن الخالقین اللہ نے فرمایا ہے نہ کہ میں احسن
الخالقین ہوں۔ یعنی تخلیق کرنے والوں میں بہترین خالق ہوں۔ اس کا کیا مطلب
ہوا بھئی؟ کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو بھی تخلیق کرنے کی صلاحیت عطا کی ہے۔
لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم کہ انسان میری بہترین تخلیق ہے۔ ثم رددنہ
اسفل سافلین۔ اسفل سافلین میں پڑا ہوا ہے۔ نکلتا ہی نہیں وہاں سے۔ اسفل
سافلین سے نکلے تخلیقی علوم سیکھے۔ تخلیقی علوم سیکھے تو میرے قریب آئے گا
نہ۔ بھئی کسی آپ وزیر کے پاس جاتے ہیں بادشاہ کے پاس جاتے ہیں وہاں کے
کوئی آداب تو ہوں گے۔ یا ایسے ہی چلے جاتے ہیں۔ ایسے ہی چلے جاتے ہیں کیا؟
اللہ تعالیٰ کی قربت کے کوئی آداب نہیں ہیں کیا؟ اللہ تعالیٰ کی قربت کا سب
سے پہلا ادب یہ ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ سے واقف ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی عظمت
سے، اللہ تعالیٰ کی بزرگی سے اللہ تعالیٰ کے حلم سے ، اللہ تعالیٰ کی عفو و
درگزر سے ، اللہ تعالیٰ کی ربوبیت سے آپ واقف ہوں گے تو آپ اللہ تعالیٰ کے

پاس پہنچیں گے نہ۔ اور وہ کب واقف ہوں گے۔ جب آپ کو ربوبیت کا ، عفو و درگزر کا ، رحمان و رحیم کی صفات کا علم ہوگا۔ رحمان کیا ہے۔ اللہ کا اسم ہے۔ رحیم کیا ہے اللہ کا اسم ہے۔ رازق کیا ہے اللہ کا اسم ہے۔ قادر مطلق کیا ہے اللہ کا اسم ہے۔ جتنے بھی اسماء اللہ کے ہیں وہ اللہ کی صفات ہی تو ہوئیں۔ اور چونکہ وہ خالق کے نام ہے اس لئے ہر اسم خالقیت سے مربوط ہے۔ اب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے آدم کو اپنی صفات کا علم سکھا دیا ہے۔ کیا سکھا دیا؟ ہیں بھئی کیا سکھا دیا؟ کیا سکھا دیا بھئی؟ تخلیق کا علم سکھادیا۔ جو کسی کو نہیں سکھایا ہم نے انسان کے علاوہ۔ تو انسان کی تخصیص، انسان کا امتیاز ، انسان کا شرف ، انسان کی بزرگی، انسان کی بڑائی کیا ہوئی؟ دوسری مخلوقات میں؟ کون سا علم ہوا؟ علم الاسمائ۔ اب یہاں ہم اتنے سارے لوگ بیٹھے ہیں۔ انصاف سے بتائیے کہ کس نے اس طرف توجہ کی ہے کہ آدم کا جو وہ علم ہے علم الاسماء کہ ہمیں بھی سیکھنا چاہئے۔ سیکھنے کی تو بات بعد میں ہے سوچو گے تو سہی کسی اسکول میں داخلہ لو گے نہ۔ بتائیں ایک آدمی ہاتھ اٹھادے چلے اتنے بڑے مجمع میں۔ کہ اس آدمی نے یہ سوچ لیا ہو کہ جس طرح بھی ممکن ہے میں نے وہ علوم سیکھنے ہیں جو میرے باپ آدم کا ورثہ ہے۔ کیا آپ اس بات سے انکار کرسکتے ہیں کہ ہر اولاد اپنے باپ کے ورثہ کی وارث ہوتی ہے۔ اور ہر اولاد اپنے باپ کے ورثہ سے پہچانی جاتی ہے۔ اس سے کوئی آدمی انکار کرسکتا ہے۔ ایک آدمی دیکھیں آپ یہ سنتے ہیں کہ فلاں صاحب، فلاں صاحب ، ہاں بڑے بھئی بڑے اچھے باپ کی اولاد ہے۔ بڑا اچھا خاندان ہے۔ بڑے نیک لوگ ہیں۔ اور اگر وہاں خاندان میں نیکی نہیں ہوتی باپ ذرا ادھر ادھر ہوتا ہے کہنے لگتے ہاں بھئی بس دعا کریں اللہ تعالیٰ ... ٹھیک ہے ہیا برائی کریں گے یا آپ اگر بہت ہی اچھے ہیں کسی کی برائی کرنا مقصود نہیں ہے تو آپ کہیں گے ہاں ٹھیک ہے، دعا کرو اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اچھا کردے بھئی۔ لیکن اگر آپ کا باپ اچھا ہے اور اس باپ کا ورثہ آپ کو منتقل ہوگیا ہے کیا آپ کی سارے زمانے میں عزت نہیں ہوتی۔ اور اگر باپ کا ورثہ نہیں ملتا تو کیا بے عزتی نہیں ہوتی۔ ایک بادشاہ ہے اس کا بیٹا بھیک مانگتا پھرے بازار میں عزت ہوگی؟ کہیں گے نالائق ہے ، نافرمان ہے، ناسعید اولاد ہے۔باپ بادشاہ ہے سڑک پہ بھیک مانگتا پھررہا ہے۔ کچھ تو ہوگا۔ باپ کی نافرمانی کی ہے جبھی تو باپ نے نکال دیا۔ ورنہ کہیں شہزادے بھیک مانگتے ہیں۔ آپ اگر اپنے باپ آدم کو کسی بادشاہ کی جگہ بٹھادیں۔ اللہ نے تو بٹھایا ہوا ہے۔ اللہ نے تو اپنا نائب خلیفہ قرار دے دیا ہے بھئی۔ تو ہماری کیا حیثیت ہے کیا ہماری حیثیت بھکاری کی نہیں ہے۔ یا ہم میں شہزادگی کا دعویٰ کرسکتا ہے کوئی آدمی کہ ہم آدم کی اولاد کے رشتے سے شہزادے ہیں۔اللہ کے نائب اور اللہ کے خلیفہ کے بیٹے ہیں۔ نہیں ایمانداری سے بتائیں۔ کیا کوئی آدمی، انصاف پسند آدمی یہ کہہ سکتا ہے کہ ہم آدم کی صحیح اولاد ہیں۔ علم کے حوالے سے۔ خلافت کے حوالے سے۔ بادشاہت کے حوالے سے۔ اختیارات کے حوالے سے۔ نہیں کہہ سکتے۔ تو جب ہم اپنے آپ کو اپنے باپ آدم کے

ورثہ کے حساب سے اولاد ہی نہیں کہہ سکتے تو ہمارے اوپر رحمتیں نازل ہونگی
یا ادبار پڑے گا۔ سارے مسلمانوں پہ ادبار پڑا ہوا ہے۔ پیسے ان کے پاس ہے۔ دماغ
ان کے پاس ہے۔ ہر چیز ان کے پاس ہے۔ ہرجگہ پٹ رہا ہے، ہر جگہ مر رہا
ہے، ہر جگہ تباہ ہورہا ہے، ہر جگہ برباد ہورہا ہے۔ دعوے بہت ہیں۔ لیکن آپ
دیکھئے کہیں دیکھ لیں ایک ارب مسلمان ہیں۔ بتائیے کس ملک میں مسلمان...
اپنا پاکستان دیکھ لو، ایران دیکھ لو ، عراق دیکھ لو، سعودیہ دیکھ لو بتاؤ کون سا
غریب ملک ہے۔ سبھی کچھ تو دیا ہوا ہے اللہ تعالیٰ نے ۔ بات کیا ہے کہ آدم کا
ورثہ مسلمان نے بھلادیا ہے۔ اس لئے برباد ہے اور اس لئے بے عزت ہے۔ ان اللہ
الا یغر ما بقوم حتی یغر مابانفسهم ... اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر تم اپنے باپ آدم
کاورثہ نہیں لینا چاہتے تمہاری مرضی مگر اس میں ہم نے کمی نہیں کی۔ ہم
نے تو تمہارے باپ آدم کو علوم سکھا کر ان کے سامنے فرشتوں کو اور کائنات کی
ہر مخلوق کو جھکادیا ہے۔ اور بتادیا ہے کہ آدم کی فضیلت یہ ہے کہ کائنات کی
ہر مخلوق آدم کی محکوم ہے، آدم اس کا حکمران ہے۔ اب حکمرانی کے آپ کو
آداب نہیں آتے اور حکمرانی کے آپ کو علوم نہیں آتے ، حکمرانی کا آپ کو طریقہ
نہیں آتا تو ظاہر ہے پھر تو آپ چپڑاسی بنیں گے اور کیا بنیں گے۔ چوکیدار ہی
بنیں گے۔ تو انسان کی فضیلت عقل میں نہیں ہے۔ انسان کی فضیلت سائنسی
ایجادات میں نہیں ہے۔ انسان کی فضیلت محلات بنانے میں نہیں ہے۔ انسان کی
فضیلت جہاز بنانے میں نہیں ہے۔ یہ تو ایک ضروریات زندگی ہے۔ یہ تو آسائش
اور آرام کے وسائل ہیں۔ اس سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا۔ یہ بھی ضروری
ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے کہ دنیا میں آرام آسائش کے ساتھ رہو۔
لیکن صرف ایک کام کرنا ہے۔ فائیو اسٹار ہوٹل میں رہو۔ ہالی ڈے ان میں رہو۔
کہیں رہو مسافر بن کے رہو۔ چھوڑنا ہے آپ کو۔ محل میں رہو، جھونپڑی میں
رہو۔ جھونپڑی بھی چھت ہے، محل بھی چھت ہے۔ گھر بھی چھت ہے۔ محل میں
رہنے والے بھی مرجاتے ہیں۔ جھونپڑی میں رہنے والے بھی مرجاتے ہیں۔ آپ یہ
بتائیں کہ محل میں رہنے والا کیا مسافرنہیں ہے۔ جھونپڑی میں رہنے والا مسافر
نہیں ہے۔ کوارٹر میں رہنے والا مسافر نہیں ہے۔ تو کیا محل میں رہنے والے میں
اور جھونپڑی میں رہنے والے میں کیا فرق ہے۔ سارے ہی مسافر ہیں۔ تو بھائی
اللہ تعالیٰ جب آپ کے اوپر انعامات و اکرامات کی بارش برسارہا ہے تو جھونپڑی
کی جگہ محل میں رہیں لیکن مسافر بن کے رہیں۔ چھوڑنا ہے آپ کو ۔ حضرت
ابراہیم ادھم کا واقعہ ہے کہ جب وہ انہوں نے بادشاہت چھوڑی بادشاہت
چھوڑنے کا واقعہ اس طرح لکھا ہوا ہے کہ دربار میں بیٹھے ہوئے تھے دربار لگا ہوا
تھا شاہی دربارے وہاں ایک صاحب اندر داخل ہوئے وہاں کے جو دربان تھے ان کی
یہ جرات ہی نہیں ہوئی کہ انہیں روک لیں۔ ایک عجیب رعب دار طریقے سے
اندر آیا۔ ننگے پیر، ننگے سر ، ایک لمبا سا چولا پہنا ہوا۔پیروں میں مٹی جمی
ہوئی۔ آکے کھڑا ہوگیا۔ تو حضرت ابراہیم ادھم نے کہا کہ بھئی تم کون ہو؟
کہنے لگا میں مسافر ہوں۔ تو انہوں نے کہا کہ بھئی مسافر خانہ تو بہت ہیں

شہر میں۔ آپ وہاں ٹھہر جائیں۔ انہوں نے کہا نہیں یہ یہ جو ہے یہ بھی
مسافر خانہ ہے۔ کہنے لگے نہیں یہ مسافر خانہ نہیں ہے۔ یہ بادشاہ کا دربار
ہے۔ تو اس بندے نے پوچھا مجھے آپ یہ بتائیں کہ آپ سے پہلے اس تخت پر کون
بیٹھتا تھا۔کہا بھئی میرے والد صاحب تخت پر تھے۔ کہا والد صاحب سے پہلے کون
تھا۔ کہنے لگے وہ میرے دادا بادشاہ تھے۔ کہ دادا سے پہلے کون تھا۔ انہوں نے کہا
بھئی دادا نے جس سے سلطنت لی تھی وہ تھا۔ کہنے لگے بھئی مسافر خانہ کیا
ہوتا ہے۔ بھئی مسافر خانہ کا تو مطلب ہی یہ ہے کہ تھوڑے دن قیام کرو اور
چلے جاؤ۔ تو وہ بادشاہ بھی چلا گیا ، تمہارے دادا بھی چلے گئے۔ تمہارے ابا بھی
چلے گئے۔ اب تم یہاں بیٹھے ہو تم بھی چلے جاؤگے۔ اور مسافر کیا ہوتا ہے۔ یہ
بات اتنی زیادہ ان کو دل کو لگی کہ وہ محل چھوڑ دیا۔ اپنے وزیر کو دے کر کہ
بھئی بچہ چھوٹا سا تھا بچہ بڑا ہوجائے گا تو اس کو منتقل کردینا۔چلے گئے۔ جب
بچہ بڑا ہوگیا تاج پوشی ہوگئی اس کو اپنے باپ کی تلاش ہوئی اس نے ساری
جگہ منادی کرادی کہ جو میرے ابا کو ڈھونڈ کے لائے گا اس کو انعامات و اکرامات
سے نواز دیا جائے گا۔ لوگوں نے ڈھونڈ نکالا۔تو ماں بیٹے دونوں اپنے باپ کی خدمت
میں حاضر ہوئے۔تو والد صاحب ان کے دریا کے کنارے ایک جھونپڑی بنارکھی تھی
اس میں رہتے تھے۔ بہت خوش ہوئے بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ یا اللہ ! تیرا
شکر ہے ایک آرزو اور تمنا تھی دل میں کہ بیٹے کو جوانی میں دیکھوں۔ اللہ میاں
بیٹے کو جوانی میں دکھادے۔ اللہ نے میری دعا قبول کرلی۔ بہت ہی شکر ادا کیا
اور انہوں نے کہا بیٹے بس اب تم جاؤ اور نصیحتیں بھی کیں جو باپ کرتا ہے اولاد
کو۔ بیٹے نے اصرار کیا کہ ابا واپس چلیں کہاںیہاں جنگل میں بیٹھے ہوئے ہیں
جھونپڑی ڈالے۔ کتابوں میں لکھا ہوا ہے تاریخ میں کہ جس وقت یہ ساری گفتگو
ہورہی تھی تو حضرت ابراہیم ادھم اپنی گدڑی سی رہے تھے ۔ بیٹا چونکہ جوان
تھا ، جوانی جو ہے پرجوش ہوتی ہے۔ بیٹے نے وہ سوئی ہاتھ میں سے لے کر دریا
پاس ہی تھا وہ پھینک دیے کہ کیا آپ یہاں گدڑیاں سی رہے ہیبیٹھے ہوئے اتنی
بڑی بادشاہت چھوڑکے چلو۔ وہ جلال آگیا اور فرمایا تو کیا بادشاہت دیکھنا چاہتا
ہے ۔ دریا کی طرف منہ کرکے کہا مچھلیوں میرے پاس ایک ہی سوئی ہے۔
تکلیف ہوجائے گی۔سیتا رہتا ہوں گدڑی پھٹتی رہتی ہے۔ تو دیکھا کہ ایک مچھلی
کے منہ میں سوئی ہے اور وہ ایسے ایسے پانی میں سے اچھل رہی ہے۔ انہوں نے
فرمایا کہ بھئی میں کہاں آؤں گا وہاں تو ہی آکے دے جا۔ تو مچھلی نے زور سے
ایک جست لگائی اور گود میں آکے گری اور تڑپنے لگی۔تو انہوں نے مچھلی کے منہ
سے سوئی نکال کے دم پکڑ کے واپس مچھلی کو دریا میں پھینک دیا۔ اور بیٹے سے
کہا بادشاہت دیکھنا چاہتے ہو۔ یہ ہے بادشاہت۔ لیکن سوال یہ ہے کہ حضرت
رہے ہیں اور اتنا بڑا بادشاہ جس کی ابراہیم ادھم بھی مسافروں کی طرح
حکومت مچھلیوں پہ چلتی تھی۔ جتنے پیغمبر علیہم الصلوٰۃ والسلام ایک لاکھ
پیغمبر تشریف لائے قیام کیا عارضی قیام تھا۔ مسافروں کی طرح زندگی گزاری
چلے گئے۔ ہم بھی مسافر ہیں۔ ہمارے باپ نہیں رہے۔ تو ہم باپ بن گئے ۔ ہم

بھی چلے جائیں گے۔ ہمارے دادا نہیں رہے۔ ہم دادا بن گئے ہم بھی چلے جائیں گے۔
حضور قلندر بابا فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کھانے سے پینے سے اچھے کپڑے پہننے
سے صاف ستھرا رہنے سے اچھا گھر بنانے سے ناراض نہیں ہوتے خوش ہوتے ہیں۔
اللہ تعالیٰ یہ چاہتے ہیں کہ دل نہ لگاؤ یہ سب ہماری دی ہوئی عارضی امانت
ہے۔ بچے بھی امانت ہیں، بیوی بھی امانت ہے، گھر بھی امانت ہے، پیسہ بھی
امانت ہے۔ اور اگر امانت نہیں ہے تو بھئی چھوڑ کے کیوں چلے جاتے ہو۔ اب بتاؤ
اب شہنشاہ ایران مر گیا ابھی زیادہ دیر نہیں ہوئی۔ میں نے اخبار میں پڑھا تھا
کہ اس کا جو محل تھا چالیس ایکڑ زمین میں تھا۔ قبر کی جگہ نہیں ملی ایران
میں۔ سب کو پتہ ہے۔ کیا لے گیا بھائی۔ سکندر بادشاہ جو ساری دنیا کا بادشاہ
کہلاتا ہے کیا لے گیا۔ اس کا ایک بڑا عجیب واقعہ ہے کہ اس کو دستوں کی
بیماری لگ گئی وہ جب ٹھیک نہیں ہوا تو اس نے اپنے حکیم کو بلا کے کہا کہ تو
اتنا بڑا دنیا کا حکیم ہے تو میرے دست نہیں بند کرسکتا۔ حکیم کو یہ بات ناگوار
گزری حکیم صاحب نے ایک پیالہ بڑا شیشے کا پیالہ منگوایا اس میں پانی بھر دیا۔
سیر کلو دو کلو پانی اس میں ڈالا۔ اور اپنی صندوقچی میں سے ایک پڑیا نکال کے
اس پانی میں ڈال دیا۔ جیسے ہی وہ پڑیا پانی کی تہہ میں بیٹھی پانی دہی کی
طرح جم گیا۔ تو حکیم نے یہ کہا بادشاہ سلامت میں آپ کو ایسی سترہ پڑیاں
کھلاچکا ہوں۔ پڑیا کا وصف آپ کے سامنے ہے کہ ایک پڑیا نے دو کلو پانی جما دیا
ہے۔ میں قدرت سے نہیں لڑ سکتا۔قدرت اگر نہیں چاہتی آپ کے دست بند نہیں
ہوں گے۔ دوا کا وصف آپ نے دیکھ لیا ہے۔ بہرحال وہ بیمار ہوتا چلا گیا۔ دم اس
کا نکلے نہیں۔ فوج میں انتشار پیدا ہوگئی۔ بغاوت کے آثار نمودار ہوگئے۔ بڑی
پریشانی ہوئی۔ تو انہوں نے کہا بھئی کوئی اللہ والا بندہ دیکھو۔ یا تو یہ اچھا ہو
یا وہ مرے جنگل میں پڑے ہوئے ہیں۔ اگر فوج میں بغاوت ہوگئی تو یہ تو سارا
گاؤں کھاجائے گی فوج ماردھاڑ شروع ہوجائے گی۔ وہ ایک بندہ ڈھونڈا گیا۔ پتہ
چلا وہاں ایک جنگل میں کوئی اللہ والے صاحب بھی تھے۔ ان سے جاکے کہا کہ
صاحب یہ صورتحال ہے تو اس نے کہا بھائی اس نے جو دنیا لوٹی ہوئی ہے اس کا
دماغ اس میں لگا ہوا ہے۔ وہ نہیں مرے گا۔ پھر کیا کریں۔ انہوں نے کہا جتنی
اس نے لوٹ مار کی ہوئی ہے اس کی نمائش لگاؤ۔ اور اس کا پلنگ لے کے اسے
گھماؤ۔ تاکہ اسے یہ پتہ چلے کہ جو میرا لوٹ مار کا مال ہے وہ ہے۔ صاحب اس
کی نمائش لگائی۔ ایک سرے سے گھماتے ہوئے لے گئے جب دوسرے سرے پہ پہنچے
تو وہ مرگیا۔ سوال یہ ہے کہ لے کیا گیا۔ تو اسی طرح آپ کیا لے جائیںگے۔ میں
کیا لے جاؤں گا۔ میرے ابا کیا لے گئے۔ بھئی اللہ تعالیٰ سب کے والدین کو زندہ
رکھیں دادا تو مرے ہی ہوں گے۔ کیا لے گئے دادا آپ کے نانا کیا لے گئے۔ اماں کی
لے گئی۔ابا کیا لے گئے۔جب وہ کچھ نہیں لے گئے تو آپ کیا لے جائیں گے۔ تو کیا یہ
اچھا نہیں ہے کہ آپ اس میں دل نہ لگائیں اسے استعمال کریں اور دل نہ
لگائیں۔ یا یہ اچھا ہے کہ آپ اس میں دل لگادیں اور زبردستی آپ کو کھینچ کے لے
جائے ملک الموت آپ کو چھوڑنا پڑے۔ کون سی اچھی بات ہے۔ کون سی اچھی

بات ہے بھئی۔ ایک آدمی ہاتھ اٹھالے جس کا دل نہ لگاہوا ہو ۔ حضور قلندر بابا
نے سنایا ایک بڑے صاحب تھے ان کے ورثاء کا انتقال ہوگیا۔ آدمی خوددار تھے۔ اور
تو کچھ ان سے ہوا نہیں۔ وہ جنگل میں جاتے تھے لکڑیاں کاٹتے تھے۔ بازار میں
لاکے بیچ دیتے تھے۔ اس سے ان کا گزارا ہوجاتا تھا۔ ایک دفعہ ایسا ہوا کہ وہ
لکڑیوں کا گٹھر بڑا ہوگیا۔ اب جب اٹھانے لگے تو ہاتھ کانپ گئے اور گٹھر گر گیا۔
تو انہوں نے بڑا شکوہ کیا کہ میرے لئے تو ملک الموت بھی مرگیا۔ کیا مصیبت
ہے۔ مشقت کی بھی کوئی حد ہے۔ اس جینے سے کیا فائدہ۔ ملک الموت آئے میرا
کام تمام ہو میری جان چھوٹے۔ وہ ملک الموت بھی کہیں آس پاس پھر رہے تھے
انہوں نے سن لی فوراً آگئے۔ یہ بڑے گھبرائے ایک دم بندے کہاں سے آگیا۔ سلام
علیکم ... وعلیکم سلام۔ بھئی تم کون ہو۔ کہنے لگے جی میں ملک الموت ہوں۔
ابھی آپ یاد کررہے تھے میں حاضر ہوگیا ہوں بتائیے آپ کی کیا خدمت کروں۔
کہنے لگے بھائی تیری بڑی مہربانی ابھی تو یہ خدمت کر یہ گٹھر اٹھا کر میرے سر
پہ رکھ ۔ بالکل یہی صورتحال دنیا میں سبھی کی ہے۔ لیکن بات پھر وہی ہے کہ
آپ یہ بتائیے کہ یہ گٹھری کون لے گیا ساتھ۔ جیسے آئے ہو خالی ہاتھ۔ مانگا تانگا
کپڑا پہنا کبھی پھوپھی نے ڈال دیا۔ چچی نے ڈال دیا۔ دادا نے ڈال دیا۔ نانی نے ڈال
دیا۔ جب مروگے مانگے تانگے کا کپڑا تم پہن کے چلے جاؤگے۔ لے کے کچھ نہیں
جاتا۔ اگر آپ نے اس دنیا کو مسافر خانہ سمجھا ، آپ نے اس دنیا میں مسافر بن
کر زندگی گزاری ہر چیز اور عارضی اور فکشن سمجھا ہر چیز کو آرام کو ذریعہ
سمجھا۔ ہر چیز کو اللہ کی ملکیت سمجھا۔ تو جب آپ مریں گے تو آپ کو تکلیف
نہیں ہوگی۔ رات دن آپ دیکھیں آپ داد و دہش کرتے ہیں ۔ آپ کسی کو لاکھ
روپے دے دیں۔ آپ بھول جاتے ہیں۔ کسی کو قرض دے دیںدس روپے وہ جناب مرتے
مرتے مرجاؤگے دس روپے کا قرض نہیں بھولتے آپ کہ اچھا وہ اتنا امیر ہوگیا ہے
میرا روپے تو جاکے پکڑوں اس سے۔ تو جب چیز میں آپ دل لگائیں گے اس کی
ویلیو لگادیں گے اس کی قیمت لگادیں گے تو وہ چیز آپ کے اندر چپک جائے گی۔
آپ اس سے جان نہیں چھڑا سکتے۔ تو اب دو طریقے ہوئے۔ ایک طریقہ یہ ہے کہ
جب اگر آپ کو شرف حاصل کرنا ہے ۔ اگر آپ کو اپنے باپ آدم کا صحیح وارث
بننا ہے تو آپ ایسے بندے ڈھونڈیں جو بندے آپ کو آدم کا وہ علم سکھائیں جو
فرشتوں کو بھی نہیں آتا۔ کسی کو نہیں آتا۔ دوسری بات یہ اس دنیا میں آپ
رہیں ۔ تجربہ مشاہدہ یہ ہے کہ جو بھی آدمی یہاں آتا ہے ... کل نفس ذائقة
الموت کہ جو بھی یہاں آتا ہے اس کو مرنا بہرحال ہے۔ ضروری ہے۔ اس کو
مرنا ہے۔ ساٹھ سال میں مرے، ستر میں مرے ، اسی میں مرے ، سو میں مرے
اسے مرنا ہے۔ اور جب مرنا ہے تو یہاں سے کوئی چیز لے کے نہیں جانی ہے۔
بھئی جب کوئی چیز لے کے ہی نہیں جانی تو اس میں دل نہ لگاؤ۔ بہترین کپڑا
ہے۔ خوب پہنو، خوش ہوجاؤ۔ اللہ کاشکر ادا کرو۔ کہ اللہ نے کیسا اچھا کپڑا
پہنایا۔ اللہ بھی خوش آپ بھی خوش۔ اللہ میاں پیسے دے خود بھی کھاؤ غریبوں
کو بھی کھلاؤ۔ کیا جمع کرکے کیا کروگے۔ وہ ایک صاحب سے میں یہ کہہ رہا تھا

کہ یار وہ کیا کوئی جہاز کا کوئی تذکرہ ہورہا تھا وہ کہنے لگے جی آپ اس میں
سفر کیا کریں۔ میں نے کہا کیوں اس میں سفر کروں دوسری ائرلائن تو سستی
ہے۔ کہنے لگے نہیں اس میں انشورنس ہوتا ہے۔ زندگی کا۔ میں نے کہا کیا
ہوگا۔ کہنے لگے بے وقت کام آئے گا۔ میں نے کہا جب بے وقت ہوگیا تو میرے کیا
کام آیا بھائی۔ وہ تو میری اولاد کے کام آئے گی۔ وہ تو اس میں ابا اتنی دولت
چھوڑ گئے ہے۔ مقدمے بازیاں بھی ہوں گی۔ لڑائیاں بھی ، دھکے بھی کھائیں گے۔ سب
سے پہلے تو ڈیتھ سرٹیفیکیٹ نکلوائیں گے۔ ابا کا سرٹیکفیٹ نکلے توپیسے ملیں۔
بھئی جب بے وقت ہی ہوگیا تمہارے کس کام کا بھائی۔ یہاں دنیا میں اللہ تعالیٰ
یہ چاہتا ہے کہ آپ خوش ہوکر رہیں۔ خود بھی خوش رہیں۔ اپنے بچوں کو بھی
خوش رکھیں۔ اپنے والدین کی بھی خدمت کریں۔ اپنے پڑوسیوں کی بھی خدمت
کریں۔ اپنے ملک کی بھی خدمت کریں۔ اپنی قوم کی بھی خدمت کریں۔سب کچھ
کریں ۔ خوب کھائیں۔ خوب پئیں ۔ خوب خیرات کریں ۔ اس لئے کچھ لے کے تو
جانا نہیں صاحب۔ اللہ تعالیٰ نے کہا یا آدم اسکن انت و زوجک الجنة فکلوا منھا
رغداً حیث شئتما ... اے آدم تو اور تیری بیوی جنت میں رہو ۔ یہاں سے خوش
ہوکر کھاؤ پیو۔ شرط لگادی۔ آدم سے بھول چوک ہوگئی۔ کیا ہوا بھائی پھر؟ کیا
ہوا؟ جب آدم درخت کے قریب چلے گئے بھول چوک ہوگئی تو کیا ہوا۔ خوشی
ختم ہوگئی۔ جب خوشی ختم ہوگئی تو کیا ہوا۔ جی ؟ کیا ہوا؟ زمین پہ پھینک
دئے گئے۔ کہ اب یہاں خوش رہو۔ و ضربت علیھم الذلت و المسکنت... کہ اب
تمہارے اوپر ذلت اور مسکنت کی مار ہے۔ تم نے خوشی کے ماحول کو چھوڑا
ہے۔ اب ناخوشی تم نے اپنے اوپر مسلط کرلی ہے۔ یہ دنیا کیا ہوا ناخوشی
ہوئی۔ تو قانون یہ بنا کہ آپ خوش ہوکر کھائیں پئیں گے نہیںاس وقت تک آپ
جنت میں نہیں جاسکتے۔ یہ قانون بن گیا۔ میری باتیں ذرا تلخ ہوں گی۔ لوگ
مجھے تو بہت برا بھلا بھی کہتے ہیں پتہ نہیں کیا کیا کہتے ہیں ، کہتے ہیں
بکواس کرتا رہتا ہے پتہ نہیں ۔ قانون ہے فکلا منھا رغداً حیث شئتما ... جنت
میں رہو خوش ہوکر کھاؤ پیو جہاں سے دل چاہے۔ جہاں سے دل چاہے کا مطلب
یہ ہے کہ جنت ، جنت کیا ایک ہزار میل کی ہوگی۔ کتنی ہوگی۔کروڑوں میل
کی تو ہوگی۔ جہاں سے دل چاہے کا کیا مطلب ہوا؟ پوری جنت پہ آپ کو
تصرف حاصل ہے۔ اگر جنت کا رقبہ ایک کروڑ میل ہے تو پورے ایک کروڑ میل آپ
کی ملکیت ہے جہاں چاہیں، جہاں بیٹھیں، جہاں اٹھیں، جہاںسے بھی ... حیث
شئتما جہاں سے دل چاہے کھاؤ پیو۔ کیا مطلب ہوا اس کا کہ جب انسان خوش
ہوتا ہے اس کے اوپر سے ٹائم اسپیس کی گرفت ٹوٹ جاتی ہے۔ اور جب انسان
ناخوش ہوتا ہے ٹائم اسپیس کی گرفت اس کو جکڑ لیتی ہے۔ بند کرلیتی ہے۔
محدود کردیتی ہے۔ آپ تقریبات ہوتی ہیں اللہ تعالیٰ بہت ساری تقریبات آپ کو
دکھائے خوشیاں دکھائے۔ وقت کا احساس ہوتا ہے؟ جی؟ آدمی مرگیا۔ وقت کا
احساس ہوتا ہے؟ ایک گھنٹے دن بھر کے برابر لگتا ہے۔ شادی میں پوری رات گزر
جاتی ہے اچھا اذان ہوگئی بھئی۔ ارے بھئی اذان ہوگئی۔ تجربہ کیا ہوا؟ خوشی

میں ٹائم اسپیس ختم ہوجاتی ہے۔ ناخوشی اور غم میں ٹائم اسپیس مسلط
ہوجاتا ہے۔ یہ زمین ناخوشی ہے۔ یہ زمین سزا ہے۔ یہ زمین جیل ہے۔ اس جیل
سے نکلنے کا کیا طریقہ ہے؟ اس جیل سے نکلنے کا طریقہ یہ ہے کہ آپ کو وہی
ذہن دوبارہ حاصل کرنا ہے جس ذہن سے آدم جنت میں رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے
فرمایا کہ اب زمین پر اتر جاؤ اگر تم نے دوبارہ وہ ذہن حاصل کرلیا جنت والا تو
ہم تمہیں تمہارا وطن واپس کردیں گے۔ قرآن ہے یہ۔ اب ایک انسان یہاں
غمگین مرگیا۔ پیسے میں ذہن لگا ہوا ہے وہاں مرگیا۔ بچوں میں ذہن لگا ہوا
ہے وہاں مرگیا۔ جائداد میں ذہن لگا ہوا ہے وہاں مرگیا۔ زمینوں کی مقدمہ
بازیوں میں مرگیا۔ تو وہ خوش مرا یا غمگین مرا؟ جنت قبول کرے گی؟ تو جنت
میں جانے کا کیا طریقہ ہے؟ زمین ہے آپ کے پاس۔ آپ زمین کو اللہ کی ملکیت
سمجھیں۔ زمین میں دل نہیں لگے گا۔ زمین سے چپک پیدا نہیں ہوگی۔ بچے
ہیں، بچوں کو اللہ کی ملکیت سمجھیں۔ آپ کی ملکیت ہیں بچے؟ اللہ میاں جب
چاہے بلالیتا ہے جب چاہے پیدا کردیتا ہے۔ اگرآپ کی ملکیت ہے تو معصوم دس
دس سال کے بچے کیوں مرجاتے ہیں؟ کچھ ملکیت نہیں ہے یہاں۔ ساری ملکیت
اللہ کی ہے۔ مالک و قادر صرف اور صرف اللہ ہے۔ تو جب اللہ ہے آپ اس
حقیقت کو تسلیم کیوں نہیں کرتے۔ بچے اللہ کے ہیں۔ اللہ نے آپ کو بچے کھلونے
دئے ہیں۔ ان سے کھیلیں ، خوش ہوں ، ان کی اچھی تربیت کریں۔ ان کو انسان
بنائیں۔ ان کو رسول اللہ ﷺ کا صحیح امتی بنائیں۔ ان کے اندر پیغمبرانہ طرز فکر
انڈیل دیں۔ بچے آپ ہی کے رہیں گے۔ لیکن بچوں میں دل نہیں لگے گا۔ انما
اموالکم و اولادکم فتنة... یہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد فتنہ ہیں۔ کب فتنہ
ہیں۔ واللہ عندہ اجر عظیم اور اگر یہی اولاد ، یہی مال دولت آپ کی ملکیت نہ
ہو ، آپ اس کو اللہ کی ملکیت تصور کریں تو اس سے بڑا کوئی اجر نہیں ہے۔
بھئی آپ کے پاس ایک لاکھ روپیہ پڑا ہوا ہے۔ آپ اس کو اللہ کی ملکیت
سمجھیں۔ روپیہ تو آپ ہی کے پاس رہا یا اللہ کے پاس چلا گیا۔ آپ کی اولاد ہیں
، چار بیٹے ہیں ماشاء اللہ۔ اب چاروں بیٹوں کو آپ اللہ کی ملکیت سمجھیں تو
بیٹے آپ کے رہیں گے اللہ کے ہوگئے؟ کس کے ہوئے؟ بھئی آپ ہی کے رہیں نہ
بیٹے۔ یا اللہ میاں کا تو بیٹا ہوتا ہی نہیں بھائی۔ شادی بھی نہیں کرتے اللہ میاں
تو۔ لاتخذہ سنة ولا نوم ... اللہ میاں کو تو اونگھ بھی نہیں آتی۔ نیند بھی نہیں
آتی۔ اولاد بھی نہیں ہے اللہ کی۔ اللہ کسی کا باپ بھی نہیں ہے۔ اللہ کا کوئی
خاندان بھی نہیں ہے۔ اللہ کو کسی چیز کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ طرز فکر
کی بات ہے۔ اولاد کو اللہ کی ملکیت سمجھیں۔ بیوی کو اللہ کی ملکیت
سمجھیں۔ شوہر کو اللہ کی ملکیت سمجھیں۔ جائداد کو اللہ کی ملکیت
سمجھیں۔ کاروبار کو اللہ کی ملکیت سمجھیں۔ بس اب خوشی خوشی ہے۔ اور
دوسری بات یہ ہے کہ اگر آپ کو آدم زاد بننا ہے ، کتے بلی کی کیٹیگری سے باہر
نکلنا ہے تو جس طرح آپ دنیاوی علوم سیکھتے ہیں پیٹ کا ایندھن بھرنے کے لئے

اسی طرح وہ علوم بھی سیکھنے ضروری ہیں جو آپ کے باپ آدم کو اللہ نے سکھائے اور بحیثیت آدم کے اولاد کے آپ کا ورثہ ہے۔ وما علینا الاالبلاغ۔

★★★★★